© rasailojaraid.com

اندلس کا رازی خانوادۂ مؤرخین

ظہور احمد اظہر

اسلامی اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ بڑی دلچسپ اور عبرت آموز ہے۔ یہ جتنی دلچسپ اور عبرت آموز ہمارے لئے ہے اتنی ہی غیروں کے لئے بھی۔ سب حیران ہیں کہ ایک ایسی عظیم قوم جس نے اپنے اصلی وطن سے ہزاروں میل دور سمندر پار ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی جس کی سیاسی، ثقافتی اور علمی روایات انسانی تاریخ کا ایک قابل فخر کارنامہ ہیں، ایک ایسی سلطنت جس کی سیاسی ہیبت اور فوجی قوت و برتری سے ایک عالم لرزہ براندام تھا اور جس کی اندرونی خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ بقول ڈوزی اسلامی اندلس کی خوشحال قوم کا ہر ہر فرد لکھنا پڑھنا جانتا تھا، (قرون وسطی کی کسی قوم کے بارے میں کسی جانبدار مؤرخ کی یہ رائے بڑا وزن رکھتی ہے، اسی ایک بات سے اسلامی اندلس کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے) تعجب ہے کہ اتنی عظیم قوم اس خطۂ ارضی سے یوں محو ہوگئی جیسے کبھی تھی ہی نہیں اور آج اگر اس خطے میں اس کی عظمت رفتہ کے شواہد و آثار موجود نہ ہوتے تو دنیا اسے من گھڑت افسانہ سمجھتی۔ اسلام کی تاریخ میں اور کوئی ایسا خطہ نظر نہیں آتا جہاں مسلمانوں کا نام و نشان تک باقی نہ ہو۔ یہ تو ہوا کہ مسلمانوں کی سلطنت اور اقتدار ختم ہوگیا مگر جہاں جہاں مسلمان گئے اور سلطنتیں قائم کیں، وہاں آج تک مسلمان موجود ہیں۔ اسلامی اندلس ایک منفرد مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اندلس کی تاریخ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی عبرت آموز بھی ہے۔

باوجود اس کے کہ اندلس کے مسلمانوں نے آٹھ صدیوں کے دوران علوم و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معارف کے جو ذخائر جمع کئے تھے ہسپانیہ کے متعصب عیسائیوں نے انھیں جلا کر خاکستر کر دیا، لیکن ان کی دست برد سے جو کچھ بچ گیا وہ بھی ایک قابل فخر سرمایہ سے کسی طرح کم نہیں۔ خصوصیت کے ساتھ اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ کے بارے میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد کافی موجود ہے۔ اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ کو محفوظ کرنے کی شاندار روایت قائم کرنے کا سہرا اسلامی اندلس کے سب سے پہلے مؤرخ محمد بن موسی الکنانی الرازی اور اس کی اولاد کے سر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خانوادۂ مؤرخین کا ہم پر اتنا بڑا احسان ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ بعد میں آنے والے تمام اندلسی مؤرخ جغرافیہ دان اسی خاندان کے خوشہ چین ہیں اور ان کو سب نے اپنا مرجع و رهنما تسلیم کیا ہے۔ ہم اس خانوادۂ مؤرخین کی علمی خدمات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

محمد الرازی

اندلسی مؤرخین کے اس خاندان میں مسلسل تین پشتوں تک یکے بعد دیگرے ایسے صاحب علم و فضل تاریخ نگار پیدا ہوتے رہے جن کی تصانیف اور جمع کردہ معلومات بعد کے مؤرخین کے لئے بنیادی سواد کا کام دیتی رہیں۔ باپ بیٹے اور پوتے نے فتح اسلامی سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے آخر تک کی ابتدائی تاریخ کو بڑی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ محفوظ کر دیا ہے۔

مؤرخین کے اس خاندان کا جد امجد اور اسلامی اندلس کا سب سے پہلا مؤرخ محمد بن موسی بن بشیر بن جناد بن لقیط الکنانی الرازی خالص عرب خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو عہد اسلام میں ایران کے مشہور شہر ''ری'' میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ فتح کے موقع پر اسلامی لشکر کے جو دستے مختلف جھنڈے اٹھائے اندلس میں داخل ہوئے تھے ان میں بنو کنانہ کے لوگ بھی بڑی تعداد میں شامل تھے اور انہوں نے اندلس میں اپنی مستقل بستیاں آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر لی تھیں۔ انہی بستیوں میں سے ایک بستی "وقش" تھی [1] جس نے کنانی خاندان کے بڑے بڑے فضلاء اور اعیان کو جنم دیا۔ ان میں امام ابو الولید ھشام بن احمد الوقشی، ان کا بھتیجا ابو جعفر احمد بن عبد الرحمن الوقشی اور مشہور سیاح ابن جبیر کے نام بہت ممتاز حیثیت [2] رکھتے ھیں (ابن جبیر ابو جعفر الوقشی کا داماد بھی تھا) ایک تو قبیلے کے لوگوں کی کشش نے دوسرے اندلس کے اموی حکمرانوں کی علم دوستی نے محمد الرازی کو دیار اندلس سے رغبت اور دلچسپی پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ تیسری صدی ھجری کے وسط (تقریباً ۲۵۱ھ/۸۶۴ء) میں وہ پہلی بار مشرق سے اندلس میں وارد ھوا۔ وہ ایک تاجر تھا اور تجارت کی غرض سے ھی وہ اندلس میں آیا تھا لیکن خدا نے اسے علم و ادب اور خطابت و فصاحت لسانی میں جو اعلی صلاحیت اور بلند مقام [3] عطا کیا تھا اس کی بدولت نہ صرف یہ کہ اندلس کے علمی و ادبی حلقے اس کے گرویدہ ھو گئے بلکہ اندلس کے اموی حکمران بھی اس کے علم و فضل کے معترف ھو گئے۔ اموی شہزادہ محمد اول بن عبد الرحمن (۲۷۳ تا ۲۷۵ھ/۸۸۶ تا ۸۸۸ء) اس سے بہت محبت و احترام سے پیش آتا تھا اور اس پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ بارہا اس نے محمد الرازی کو سلاطین مشرق کے علاوہ اندلس کے بعض حکمرانوں کے ھاں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ محمد اول کا بیٹا شہزادہ المنذر بھی اس کا بے حد احترام کرتا اور ھمیشہ اس پر اعتماد کرتا تھا۔ ربیع الاخر ۲۷۳ھ (۸۸۶ء) میں اسی شہزادہ المنذر کی سفارت کے سلسلے میں البیر سے واپس آتے ھوئے رازی کا انتقال ھوا [4]۔

محمد الرازی جب اندلس میں وارد ھوا تو قرطبہ اور دیگر علمی مراکز پر مشہور اندلسی عالم، محدث، فقیہ اور مورخ عبد الملک بن حبیب السلمی کے شاگرد چھائے ھوئے تھے۔ رازی کو چونکہ تجارت و سیاحت سے دلچسپی تھی اس لئے قدرتی طور پر اس نے اندلس کے جغرافیائی اور تاریخی حالات کے علاوہ اس کی فتح کے واقعات میں گہری دلچسپی لی۔ اندلس میں موسیٰ بن نصیر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخلے سے لے کر واپسی تک کے وہ تمام واقعات بڑی محنت سے مرتب کئے جو اس نے ابن حبیب السلمی کی روایت میں اس کے شاگردوں سے سنے تھے، خصوصیت کے ساتھ اس نے عسکر اسلام کے ان دستوں کے اندلس میں داخلے، نقل و حرکت، اقامت اور فاتحانہ پیش قدمی کی تفصیلات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا جو موسیٰ کے ساتھ فتح اندلس میں شریک تھے، رازی کے بیان کے مطابق جب موسیٰ بن نصیر اندلس میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ بیس سے زائد رایات (رایات کا واحد رایہ" ہے جن کے معنی ہیں جھنڈا) تھے جن میں سے دو موسیٰ بن نصیر کے اپنے تھے، ان میں سے ایک انہیں عبد الملک بن مروان نے اور دوسرا اس کے بیٹے ولید نے عطا کیا تھا، تیسرا عسکری علم موسیٰ کے بیٹے عبد العزیز کا تھا جو اندلس کا پہلا گورنر مقرر ہوا تھا (٥)۔

رازی نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر کا اسلامی لشکر بحری جہاز سے اتر کر اندلس میں داخل ہوتے وقت جبل قردہ کے دامن سے گزرا۔ یہ پہاڑ بعد میں مرسی موسیٰ (یعنی موسیٰ بن نصیر کے لنگر انداز ہونے کی جگہ) کے نام سے مشہور ہوا، اسلامی لشکر نے جزیرہ خضراء میں باہم صلاح و مشورہ کیا اور پھر اشبیلیہ کی طرف بڑھنے اور اشبونہ تک باقی ماندہ مغربی اندلس کو فتح کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جس جگہ یہ مشورہ ہوا تھا وہاں موسیٰ بن نصیر نے ایک مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جو مسجد الرایات کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی مناسبت سے رازی نے اپنی تصنیف کا نام کتاب الرایات رکھا (٦)۔

افسوس کہ جس کتاب کے ذریعے رازی نے اسلامی اندلس کا اولین مؤرخ ہونے کا شرف حاصل کیا وہ گردش زمانہ کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکی اور ضائع ہوگئی لیکن خوش قسمتی سے اس کتاب کا مکمل مواد اور بعض طویل اقتباسات دو کتابوں میں محفوظ کر لئے گئے ہیں، ان میں سے ایک کتاب تو الرسالہ" الشریفیہ" الی الاقطار الاندلسیہ" ہے، اس کتاب کا مصنف تو معلوم نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کے مواد کی اکثر روایت ابن حبیب السلمی سے منسوب ہے جس نے یہ سب واقعات موسی بن نصیر کے ساتھی اور مشہور تابعی حضرت علی بن رباح سے براہ راست سنے تھے اور بعض روایات ایک شخص محمد ابن مزین سے منسوب ہیں جو یہ بیان کرتا ہے کہ ۲۷۱ ھ میں اسے اشبیلیہ کے ایک کتب خانے میں محمد بن موسی الرازی کی کتاب الرایات ملی تھی۔ ابن مزین نے کتاب الرایات کے مواد کو بعض اوقات اپنے الفاظ میں اور بعض اوقات طویل اقتباسات کی شکل میں نقل کیا ہے۔ دوسری کتاب جس میں رازی کی اس کتاب کا سواد اور اقتباسات موجود ہیں، محمد الغسانی کی کتاب ''رحلۃ الوزیر فی افتکاك الاسیر'' ہے۔ یہ محمد الغسانی مراکش کا وزیر تھا اور اس نے ۱۱۰۲ ھ (۱۶۹۱ء) میں سفیر کی حیثیت سے اندلس کا سفر کیا تھا، یہ دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں اور دستیاب ہیں۔

رازی نے اپنی اس کتاب میں فتح اندلس کے مفصل واقعات کے علاوہ موسی بن نصیر کی ان تدابیر کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے جو انہوں نے فتح کے بعد نظم و نسق کی خاطر اندلس کی صوبائی تقسیم کے سلسلے میں اختیار کی تھیں، ان صوبوں کے پہلے سربراہوں کے نام بھی دیئے ہیں۔ یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ رازی نے موسی بن نصیر کے دفاع میں بہت زور صرف کیا ہے۔ وہ جہاں سلیمان بن عبد الملک کو خطا کار ٹھہراتا ہے وہاں موسی کو بیگناہ، ایک قابل اور دیانت دار جرنیل ثابت کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ اس عظیم سپہ سالار اور سچے مسلمان تابعی پر جو الزامات عائد کئے جاتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔

احمد الرازی

اندلسی مؤرخین کے اس رازی خاندان میں ابو بکر احمد بن محمد بن موسی بن جناد بن لقیط الداری الکنانی الرازی ممتاز حیثیت رکھتا ہے، تاریخ، ادب،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعر و شاعری اور قوت حفظ و ضبط میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے باپ محمد الرازی نے اسلامی اندلس کی تاریخ کو جہاں چھوڑا تھا اس نے وہاں سے اسے آگے بڑھایا اور اس میں قیمتی اضافے کئے۔ احمد نے تاریخ مرتب کرتے وقت ان ماخذ کو بھی استعمال کیا جو اس کے والد کی رسائی سے باہر تھے۔ کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ احمد الرازی نے تاریخ کے موضوع پر متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں کیونکہ اس کے نام کے ساتھ "احمد التاریخی یا احمد صاحب التواریخ" کے الفاظ ملتے ہیں۔ (۷)

ابن الفرضی کے قول کے مطابق احمد الرازی ۱۰ ذوالحجہ ۲۷۴ھ کو اندلس میں پیدا ہوا (۸)۔ بعد کے تمام مؤرخ اور تذکرہ نگار اسی قول پر اعتماد کرتے ہوئے یہی تاریخ پیدائش لکھتے ہیں لیکن اگر یہ قول درست مان لیا جائے تو پھر ایک مشکل پیدا ہو جاتی ہے جس کی طرف کسی تذکرہ نگار کا خیال نہیں گیا، اور وہ یہ کہ اس طرح باپ کی وفات اور بیٹے کی پیدائش کے درمیان تقریباً دو سال کا فاصلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمد الرازی کی پیدائش اور اس کے باپ محمد الرازی کی وفات کے درمیان جو یہ اتنا طویل وقفہ ہے اس کی نہ تو آج تک نشاندھی کی گئی اور نہ اس کا کوئی واضح سبب بیان کیا گیا۔ ھمارے تذکرہ نگار اور مؤرخ حھان بین سے کام لئے بغیر یونہی نقل در نقل کرتے چلے گئے ہیں۔

ابن الابار نے باپ یعنی محمد الرازی کی تاریخ وفات ربیع الثانی ۲۷۳ھ (۸۸۶ء) لکھی ہے۔ بعد میں المقری، خیر الدین زرکلی، عمر رضا کحالہ اور فاضل مستشرق لیوی پروفنسال نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۹)۔ ابن الفرضی نے بیٹے یعنی احمد الرازی کی جو تاریخ پیدائش (۱۰ ذوالحج ۲۷۴ھ) لکھی ہے اسے یاقوت الحموی، سیوطی، زرکلی، کحالہ اور لیوی نے صحیح سمجھتے ہوئے نقل کر دیا ہے (۱۰) لیکن سوچنے کی بات ہے کہ یہ بعد کیسے پیدا ہوگیا۔ باپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب ربیع الثانی ۲۷۳ھ مطابق ستمبر ۸۸۶ء میں فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا پورے اکیس باٹیس ماہ بعد ۱۰ ذوالحج ۲۷۴ھ (۲۶ - اپریل ۸۸۸ء) کو کس طرح پیدا ہوا ؟ اگر یہ تاخیر غیر معمولی مدت حمل کے باعث تھی تو اس کی نشاند ھی ضروری تھی۔ ورنہ کہا جائے گا کہ یہ سطحیت و بے نیازی یا سہو کتابت کا کرشمہ ہوگا۔ متقدمین کو تو اس سلسلے میں معذور سمجھا جا سکتا ہے ، کیونکہ ان میں سے جس کسی نے باپ کا ذکر کیا اس نے بیٹے کا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا۔ بعض نے باپ کا تذکرہ کیا ہے اور بعض نے صرف بیٹے کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ مگر متاخرین میں سے جدید عرب دنیا کے دو فاضل تذکرہ نگار خیر الدین زرکلی صاحب الاعلام اور عمر رضا کحالہ صاحب معجم المؤلفین کسی طرح بھی معذور نہیں سمجھے جا سکتے کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے تذکروں میں باپ بیٹے دونوں کا ذکر کیا ہے اور باپ کی و فات اور بیٹے کی پیدائش کے اس فاصلے پر توجہ نہیں دی۔ سب سے زیادہ قابل رحم حالت مشہور مستشرق مسٹر لیوی کی ہے جس نے باپ اور بیٹے کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ایک ہی مقالے میں کیا ہے اور ایک ہی سانس میں باپ کی و فات ربیع الثانی ۲۷۳ھ (۸۸۶ء) بتائی اور پھر ۱۰/ ذوالحجہ ۲۷۴ھ (۲۶ - اپریل ۸۸۸ء) بیٹے کی تاریخ پیدائش لکھدی ، مگر اس نے یہ نہ بتایا (یا اس کی سمجھ میں نہ آیا) کہ یہ پونے دو سال کا فاصلہ کیا معنی رکھتا ہے۔

بہر حال ابن الابار یا ابن الفرضی میں سے کسی ایک کا بیان یقینا غلط ہے اور اسے مسترد کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ ابن الفرضی کا بیان درست ہے اور ابن الابار کا بیان یا تو کسی غلط روایت کی پیداوار ہے اور یا نقل نویسی کا کرشمہ ہے، ۳ کا ہندسہ ۴ سے بدل گیا ، ورنہ باپ کی وفات اور بیٹے کی پیدائش ۲۷۳ھ ہی ہے۔ (۱۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احمد الرازی کا باپ اندلس کے بادشاہوں کے ہاں بڑا اثر و رسوخ رکھتا تھا ۔ اس نے محمد بن عبد الرحمن اموی اور اس کے بیٹے المنذر کی سفارتی خدمات بھی انجام دی تھیں ۔ اس کے علاوہ ایک فصیح البیان عالم و فاضل اور نامور مؤرخ کی حیثیت سے اس نے اندلس کے علمی و ادبی حلقوں سے خراج تحسین بھی وصول کیا تھا ۔ چنانچہ جب بیٹا بڑا ہوا تو نہ صرف اسے شاہی درباروں میں رسائی حاصل ہوئی بلکہ باپ کی طرح وہ بھی اہل علم کی توقعات پر پورا اترا اور بہت جلد ایک ممتاز مؤرخ کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی ۔

احمد الرازی نے جب آنکھ کھولی تو قرطبہ اہل علم و فضل کا گہوارہ اور ایک مضبوط علمی و ثقافتی مرکز بن چکا تھا (۱۲) جہاں بلاد مشرق سے آنے والے اہل علم اپنے علوم و معارف کے موتی بکھیر رہے تھے اور اندلس سے جانے والے طالبان علم و دانش واپس آ کر تدریس و تالیف میں مشغول تھے ۔ اس کے علاوہ اندلس کے اموی حکمرانوں کی علم پروری اور کتاب دوستی کے باعث بلاد مشرق کی معیاری کتابوں کے نفیس نسخوں کے انبار لگ رہے تھے اور بہت جلد وہ وقت آنے والا تھا جب اندلس کا ہر گھر کتب خانہ اور وہاں کا ہر باشندہ پڑھنے لکھنے کے قابل بننے والا تھا ۔ احمد الرازی نے اپنے باپ کے فن کو اپنانے کا فیصلہ کیا اور فضلائے وقت سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے ذخائر سے استفادہ بھی کیا ۔

احمد الرازی نے قرطبہ کے جن مشہور اساتذہ سے استفادہ کیا ان میں شیخ ابو عمر احمد بن خالد المعروف بابن الحباب(۱۳) القرطبی (متوفی ۳۲۲ ھ) اور مشہور محدث ، ادیب اور مؤرخ ابو محمد قاسم بن اصبغ البیانی (۱۴) (متوفی ۳۴۳ ھ) اہم مقام رکھتے ہیں ۔ یہ البیانی ان لوگوں میں سے ہے جو اندلس سے چلکر مشرق کے بلاد اسلامیہ میں سب سے پہلے وارد ہوئے تاکہ عربی و اسلامی علوم کے سر چشموں سے براہ راست سیراب ہو سکیں ۔ اس نے مشرق کے جن علماء سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استفادہ کیا ان میں محمد بن اسماعیل ترمذی اور ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ الباھلی بھی شامل ھیں۔

احمد الرازی نے اندلس اور اھل اندلس کے بارے میں کئی ایک قابل قدر کتب تاریخ مرتب کی تھیں۔ اس کا باپ ایک تو مشرقی نو وارد ھونے کے باعث اور دوسرے صرف ایک کتاب الرایات کے نام سے مختصر سی کتاب لکھنے کے سبب وہ شہرت و عزت حاصل نہ کر سکا تھا جو اس کے بیٹے کو نصیب ھوئی۔ اپنے باپ کے برعکس وہ پیدائشی طور پر اندلسی تھا اور اندلس والے بجا طور پر اسے اپنا سب سے پہلا مؤرخ خیال کرتے تھے۔ ابو محمد عبد اللہ بن فتوح الحمیدی (متوفی ۴۸۸ ھ) کا بیان (۱۰) ھے کہ احمد الرازی نے تین عظیم الشان کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ان میں سے ایک ''تاریخ الاندلس،، ھے جس میں اس نے فتح اندلس سے لیکر اپنے عہد تک کی مفصل و مکمل تاریخ جمع کی۔ اس کتاب میں اس نے اپنے باپ کی کتاب الرایات کا مواد بھی شامل کر دیا اور اس کے علاوہ دوسرے زبانی اور تحریری مصادر سے بھی استفادہ کیا۔ احمد الرازی کی یہ کتاب اتنی مفصل اور جامع تھی کہ بعد میں آنے والے ھر مؤرخ اور تذکرہ نگار نے اس سے استفادہ کیا اور جگہ جگہ اس کے اقتباسات اپنی تصانیف میں نقل کئے ھیں۔

دوسری کتاب ''صفۃ قرطبۃ،، یعنی قرطبہ کا تاریخی جغرافیہ ھے۔ اس کتاب میں قرطبہ شہر کی تاریخ، جغرافیہ اور شہر کے علماء و اعیان کا مبسوط تذکرہ بھی شامل تھا۔ احمد الرازی نے یہ کتاب مرتب کرتے وقت احمد بن ابی طاھر بغدادی کی کتاب ''اخبار بغداد،، کو سامنے رکھا تھا۔ رازی کی تیسری اھم تصنیف ''انساب مشاھیر اھل الاندلس،، ھے جس میں اھل اندلس کے انساب بڑی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کئے گئے۔ یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی۔ اندلس میں ظاھری مذھب کے امام اور مشہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم انساب ابو محمد علی بن احمد ابن حزم نے اپنی کتاب جمہرة انساب العرب کی تدوین و ترتیب میں اس سے بڑی مدد لی۔ الحمیدی (۱۶) نے خود ابن حزم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر اور مفصل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

یاقوت الحموی(۱۷) نے اس کی تین اور کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ کتاب التاریخ الاوسط، کتاب التاریخ الاصغر اور کتاب مشاہیر اہل الاندلس۔ مؤخر الذکر کتاب کے بارے میں یاقوت کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک عمدہ تصنیف تھی اور پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب در اصل انساب مشاہیر اہل الاندلس ہی ہو، جسے یاقوت نے کتاب مشاہیر اہل الاندلس کے نام سے ذکر کیا ہے۔

المقری(۱۸) احمد الرازی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے اندلس کی تاریخ پر بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ ان میں سے اکثر المقری کی نظر سے گزریں اور نفح الطیب کی ترتیب میں اس نے ان سب سے استفادہ کیا۔ وہ احمد الرازی کی تین کتابوں کا بطور خاص ذکر کرتا ہے۔ (۱) اخبار عمر بن حفصون، (۲) اخبار عبد الرحمن بن مروان الجلیقی (۳) اخبار بنی قسی۔ المقری (۱۹) ابن الابار کے حوالے سے الرازی کی ایک کتاب جغرافیہ کا بھی ذکر کرتا ہے جس میں اس نے اندلس کے جغرافیائی حالات کی تفصیل قلمبند کی ہے۔ اصل کتاب تو ضائع ہوچکی ہے لیکن اس کے قسطیلی اور پرتگیزی تراجم محفوظ ہیں۔ پروفیسر لیوی پروفنسال کا بیان ہے کہ یہ کتاب عبد الرحمن الناصر کے عہد کے اندلس کے بارے میں جغرافیائی معلومات کے علاوہ سیاسی و معاشرتی معلومات بھی مہیا کرتی ہے۔ موصوف کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ یاقوت نے معجم البلدان میں رازی کی اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح ترین قول کے مطابق احمد الرازی کی وفات ۱۲ - رجب ۳۴۴ھ کو ہوئی -

عیسی بن احمد الرازی

رازی خانوادۂ مؤرخین کا آخری چشم و چراغ عیسی بن احمد بن محمد الرازیہ بھی اپنے باپ اور دادا کی طرح ایک ممتاز فاضل اور نامور مؤرخ تھا - اسلامی اندلس کی تاریخ کا کام جہاں اس کے باپ نے چھوڑا تھا عیسی نے اسے آگے بڑھایا تاریخ اندلس کے جو گوشے اس کے باپ سے پوشیدہ یا نامکمل رہ گئے تھے انہیں مکمل کیا اور اپنے عہد تک کی سیاسی وعلمی تاریخ مرتب کی - تاریخ کے جن ماخذ تک باپ کی رسائی نہ ہوسکی تھی اس نے ان سے بھی پورا پورا استفادہ کیا - بعد میں آنے والے مؤرخین مثلاً ابو مروان ابن حیان ، ابن الابار القضاعی اور احمد المقری کی کتب تاریخ عیسی الرازی کے اقتباسات اور تاریخی مواد سے بھری پڑی ھیں - عیسی نے تاریخ کے جن متنوع موضوعات پر قلم اٹھایا ان کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ اس میدان میں اپنے باپ اور دادا سے کسی طرح کم نہ تھا - (۲۰)

ابن عبدالملک المراکشی نے اپنی کتاب میں عیسی الرازی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے تاریخ اور علوم متداولہ کی تحصیل زیادہ تر اپنے والد ابوبکر احمد الرازی سے کی تھی - وہ خلیفہ الحکم المستنصر اور المنصور بن ابی عامر کے درباروں سے وابستہ رہا ، اول الذکر کے لئے اس نے اندلس کی مفصل تاریخ پر ایک کتاب تصنیف کی تھی اور مؤخرالذکر کے نام اپنی دو تصانیف معنون کیں (۲۱) -

خلیفہ الحکم المستنصر باللہ کے لئے " تاریخ الاندلس " کے نام سے جو کتاب عیسی الرازی نے مرتب کی تھی اس میں نہ صرف وہ مواد شامل تھا جو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دادا محمد الرازی کی کتاب الرایات اور اس کے والد احمد الرازی کی کتب تواریخ میں موجود تھا ، بلکہ مختلف مستند مآخذ کی روشنی میں اپنے عہد تک کے تمام تاریخی حوادث و وقائع بھی شامل کر دئیے تھے ۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اندلس کے دو بڑے مؤرخوں نے اسے اپنی تصانیف کی بنیاد بنایا اور جگہ جگہ اس کتاب کے اقتباسات درج کئے ہیں ۔ ان میں سے ایک '' المقتبس من انباء اهل الاندلس ،، کا مصنف ابومروان حیان بن خلف بن حیان ہے اور دوسرا احمد المقری ہے ۔

المقری نے '' نفح الطیب ،، میں عیسی بن احمد الرازی کی کتاب سے جو اقتباسات پیش کئے ہیں ان میں سے ایک اقتباس بڑا دلچسپ اور اہم ہے ، بلکہ سبق آموز بھی ہے ۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ اسلامی اندلس کے خلاف نصرانیوں کی پہلی منظم بغاوت صرف چند عہد شکن او باشوں کی شورش تھی جو آگے چل کر ایک سیل بے اماں کی شکل اختیار کر گئی اور بالآخر اندلس سے ملت اسلامیہ کے مکمل اخراج اور جلاوطنی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ، اگر اس سے غفلت نہ برتی گئی ہوتی تو اندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی ۔ ہوا یوں کہ اشتوریشں کے جلیقی عیسائیوں کا ایک سردار قرطبہ میں مسلمانوں کے پاس بطور یرغمال مقیم تھا ۔ اس کا نام '' بلای ،، یا '' فلای ،، تھا وہ اندلس کے گورنر الحربن عبدالرحمن ثقفی کے عہد میں قرطبہ سے بھاگ گیا ۔ یہ فتح اندلس کے بعد چھٹے سال یعنی ۹۸ ھ کا واقعہ ہے ۔ جب عنبسہ بن سحیم کلبی اندلس کا گورنر مقرر ہوا تو اس کے عہد میں بلای نے جلیقیہ کے عیسائیوں کو منظم کیا اور اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں کو مسلمانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے علم بغاوت بلند کر دیا ۔ مسلمان فاتحین اسے لاو لشکر سمیت جلیقیہ کی ایک پہاڑی تک دھکیل کر لے گئے ۔ اس کے ساتھ صرف تین سو مرد اور عورتیں تھیں ۔ ناکہ بندی کے باعث اس کے اکثر ساتھی بھوکوں مر گئے صرف تیس مرد اور عورتیں باقی بچیے جو پانی اور شہد پر گزارہ کر کے زندہ رہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں نے انہیں حقیر سمجھکر چھوڑ دیا - لیکن آگے چل کر یہی تیس آدمی ایک خطرناک قوت بن گئے - ۱۳۳ ھ میں پلائی فوت ہوگیا اور اس کا بیٹا ''فافلد،، اس کا جانشین مقرر ہوا جو دو سال بعد مر گیا - پھر ایک شخص اذفونش بن بیطر جانشین ہوا جس نے آگے چلکر ایک شاہی خاندان کی بنیاد رکھی ، اسی خاندان کے بادشاہ کے ہاتھوں غرناطہ کا سقوط اور اندلس سے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کا اخراج عمل میں آیا (۲۲) -

حاجب المنصور بن ابی عامر کے لئے عیسی الرازی نے دو کتابیں تصنیف کیں - ایک ''کتاب الوزارۃ و الوزراء،، اور دوسری ''کتاب الحجاب للخلفاء بالاندلس ،، - ان دو کتابوں میں اس نے اپنے عہد تک کے ان علماء فضلاء ، ادباء اور شعراء کا تذکرہ کیا ہے جو اندلس کے مختلف بادشاہوں کے عہد میں وزیر یاحاجب مقرر ہوتے رہے (۲۳) - رازی نے ان اہل علم کے سوانح حیات کے ساتھ ساتھ ان کے علمی کمالات اور شعر ونثر کے نمونے بھی درج کئے ہیں - یہی دو کتابیں ابن الابار القضاعی کی ''کتاب الحلۃ السیراء ،، کی بنیاد اور محرک ثابت ہوئیں - ابن الابار نے جو اقتباسات درج کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسی الرازی نے نہ صرف حاجبوں اور وزیروں کے علمی کمالات اور مکتوبات و اشعار کے نمونے دئے تھے بلکہ اندلس کے سلاطین اور خلفاء کے علمی کارناموں اور انتخاب کلام سے اپنی کتاب کو مزین کیا تھا - عبدالرحمن بن معاویہ الداخل ، جو عباسیوں سے بچ کر اندلس پہنچ گیا تھا اور جسے عباسی خلیفہ المنصور نے صقر قریش ، یعنی ''قریش کا شاہین،، کا لقب دیا تھا ، جب سرزمین اندلس کا حکمران بن گیا تو ایک دن کھجور کے ایک الگ تھلگ اور تنہا پودے کو حسرت بھری نظر سے دیکھا اور کہا ، اندلس میں یہ پودا بھی میری طرح اجنبی ہے جو عرب سے یہاں لایا گیا ہے - اس موقع پر عبدالرحمن نے اس پودے کو مخاطب کر کے کچھ شعر کہے تھے ، یہ اشعار پہلے عیسی الرازی نے اپنی کتاب الحجاب للخلفاء بالاندلس میں محفوظ کئے تھے اور پھر اس سے ابن الابار نے اپنی کتاب الحلۃ السیراء میں نقل کئے ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یانخل انت غریبة مثلی ... فی المغرب نائیة عن الاصل

ترجمہ : اے کھجور! تو بھی میری طرح اجنبی ہے اور دیار مغرب میں اپنے وطن اصلی سے دور ہے!

فابکی وهل تبکی مکبسة ... عجماء لم تطبع علی خبل

ترجمہ : رو اے کھجور! مگر کوئی بندلب ، بے زبان ، الجھنوں سے بے نیاز کب روتا ہے!

لو انها تبکی أذا لبکت ... ماء الفرات و منبت النخل

ترجمہ : اگر وہ روتی تو پھر آب فرات اور نخلستانوں میں بھی ماتم برپا ہوجاتا!

لکنها ذهلت و اذهلنی ... بغض بنی العباس عن اهلی

ترجمہ : مگر وہ تو اپنے وطن کی یاد کو بھلا چکی ہے اور مجھے بھی بنو عباس کے بغض نے اپنے خاندان سے غافل کر دیا ہے۔

عیسی بن احمد الرازی کی وفات ۳۷۹ ھ (۹۸۳ ع) میں ہوئی ، اندلس کے بعض تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ وہ بنوامیہ کی اندلسی خلافت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد بھی زندہ رہا اور قرطبہ کی خلافت بنو حمود کا زمانہ پایا ، جنھوں نے ملوک الطوائف کے دور میں خلافت کے نام پر اسلامی اندلس کو متحد کرنے کی نا تمام کوشش کی تھی۔

حواشی

(۱) اندلس کا تاریخی جغرافیہ

(۲) نفح الطیب ، التکملہ

(۳) تاریخ علماء الاندلس ۱/۱۳۰، نفح الطیب ۲/۷۶، التکملہ ۱/۳۶۶ -

(۴) الاعلام ۷/۳۳۸، معجم المؤلفین ۱۲/۶۲، التکملہ ۱/۳۶۶، نفح الطیب ۲/۷۶ -

(۵) الرسالة الشریفیة ص ۲۹۳، الاعلام ۷/۳۳۸ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۶) ایضا ۔

(۷) نفح الطیب ۱۱۸/۲، بغیۃ الملتمس ص ۱۳۰ ۔

(۸) تاریخ علماء الاندلس ۴۰/۱

(۹) نفح الطیب ۲۷۶/۲، الاعلام ۳۳۸/۷، معجم المؤلفین ۶۲/۱۲

(۱۰) معجم الادباء ۲۳۶/۴، بغیۃ الوعاۃ ۳۸۵/۱ ۔ الاعلام ۱۹۹/۱، معجم المؤلفین ۱۶۳/۲

(۱۱) تفصیل کے لئے دیکھئے ماهنامہ "ترجمان الحدیث" جولائی ۱۹۷۰ء میں ہمارا مقالہ "تذکرہ نگاروں کی ستم ظریفیاں"

(۱۲) طبقات الامم ص ۷۲ ۔

(۱۳) تاریخ علماء الاندلس ۳۱/۱

(۱۴) جذوۃ المقتبس ص ۳۱۱

(۱۵) جذوۃ المقتبس ص ۹۷، نیز دیکھئے تاریخ علماء الاندلس ۳۱/۱، اور بغیۃ الملتمس ص ۱۳۰ ۔

(۱۶) جذوۃ المقتبس ص ۹۷،

(۱۷) معجم الادباء ۴ : ۲۳۶،

(۱۸) نفح الطیب ۲ : ۱۱۸

(۱۹) نفح الطیب ۲ : ۱۱۱، تکملۃ ابن الابار ۱ : ۱۳۰

(۲۰) دائرہ معارف اسلامیہ مقالہ "الرازی"

(۲۱) الذیل و التکمۃ ۹۱/۵م

(۲۲) نفح الطیب ۶۷۲/۲

(۲۳) الذیل و التکملۃ ۹۱/۵م

© rasailojaraid.com